سماجی زندگی کی اصلاح اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

خیر محمد آصف*

Abstract

Allah Almighty sent prophets for guidance of human beings and revealed the books on them, who strove for transformation of the society. Islam declared that master and salve, king and subjects , men and women , all are equal and slaves of God . They are equal before the Law.

The Holy Prophet (PBUH) said "All human beings have equal rights". The Holy Prophet maintained religious equality. He did not talk ill of other religious faiths , rather he protected the rights and prosperity of non-Muslims who lived in Islamic society.

The Holy Prophet (PBUH) preached goodness among humans like truth and compassion. He also restricted them from vice like lie, betray, greed, pride, bribery and domestic evils. For being the last *Ummah*, the Holy Quran entrusted the Muslims with the mission of calling others to goodness and stopping them from the evil.

This Paper attempts the role of Islamic teachings the transformation of the society.

Keywords: Social life, Reform, Family, Peace of society, Rights.

تعارف

انسان انسانیت کا نام ہے اور اللہ پاک نے انسان کا مقام بلند کر کے اس کو احسن تقویم جیسے خطاب سے نواز کر اس کو علم کی دولت سے مالا مال فرما کے زمین میں اس کو خدا کا خلیفہ بنایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس قدر عظمت بخشی ہے تو اس کے ساتھ انسان کے ذمے کچھ حقوق وواجبات بھی لگائے ہیں تاکہ انسان ان کی ادائیگی کے بعد قیامت کے دن خدا کے سامنے سر خرو ہو سکے۔

اسلام میں ایمان کے کمال کا معیار جس چیز کو ٹھرایا گیا ہے وہ حسن اخلاق ہے۔ اسی سے باہم انسانوں میں درجے اور رتبے نمایاں ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے " تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"۔

آپ ﷺ نے اس نظام پر محنت کی اور صحابہ کرام نے اس زندگی کو قبول کیا اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کیا اور اس سے اسلامی معاشرہ اور اصلاح اور خیر خواہی پر مبنی معاشرہ وجود میں آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاشرے کو لے کر جہان میں پھیل گئے اور لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ صحابہ کرام جہاں وہ گئے وہاں انھوں نے لوگوں کی زندگیاں، معاشرہ، اخلاق حتیٰ کہ لوگوں کی لغات تک کو تبدیل کر دیا جس کے باعث جابجا اسلامی معاشرے کی برکات دیکھنے میں آنے لگی، لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا، عہد نبوت سے دوری ہوتی گئی اور مختلف اقوام اور افراد اسلام میں داخل ہوتے گئے تو بہت سی رسوم، رواج اور بے بنیاد باتیں اسلامی معاشرے میں داخل ہوتی گئیں ،

---

* ریسرچ اسکالر، شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامی، جامعہ سندھ، جام شورو

جن کا اسلامی معاشرے اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے کوئی دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ جب تک افراد امت تعلیمات نبوی سے توانائی اور رہنمائی حاصل کرتے رہے تب تک معاشرہ خود بھی درست راہ پر گامزن رہا، اور دوسرے معاشروں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا کام کرتا رہا، لیکن مسلمان جب اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر نفس پرستی اور اغیار کے پیچھے چلے تو معاشرہ طرح طرح کی برائیوں مثلاً خود غرضی، انائیت، تکبر، غرور، جھوٹ، رشوت اور سماجی برائیوں وغیرہ میں مبتلا ہو گیا۔

تاریخی پس منظر

عرب بعثت رسول ﷺ کے وقت ایک ان پڑھ قوم تھی جس میں آپس کی جنگ و جدل نے خوب تباہی مچائی تھی اور دوسری طرف یہودیوں کی معاشی استحصال نے انہیں معاشی طور پر بالکل کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ دنیا کا ہر شرعی عیب ان میں تھا۔ اخلاقیات کا ان میں نام و نشان نہ تھا اور کسی قسم کی الہامی تعلیمات سے وہ بالکل ناواقف تھے کیونکہ ان کے ہمسایہ یہودی کسی قسم کی تبلیغی سرگرمی نہ کرتے تھے کیونکہ اس طرح ان کے معاشی مفادات کو زد پہنچتی تھی۔[1]

انسانی حقوق کے لئے کوئی ضابطہ نہ تھا اور نہ ہی ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لئے کوئی قانون تھا۔ قتل انسان، قید، ناجائز قبضہ اور دوسرے کے امور میں مداخلت جیسے معاشرتی جرائم ان میں عام تھے۔ قتل کا انتقام لینے کے لئے قتل وغارت کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑتا تھا جس میں خاندان کے خاندان مٹ جاتے تھے۔

لباس اور برہنگی محض زینت اور موسمی اثرات ہی کے لئے ضروری جانتے تھے۔ شرم وحیا کا کوئی تصور نہ تھا۔ اپنا ستر دوسروں کے سامنے کھول دینا، سرعام نہالینا، راہ چلتے قضائے حاجت کے لئے بیٹھ جانا ان کے شب و روز کے معمولات تھے۔ حد یہ تھی کہ حج میں طواف بھی برہنہ کر لیتے تھے، اس طواف کے معاملے میں عورتیں مردوں سے زیادہ بے حیا تھیں اور اس بے شرمی کا ایک مذہبی فعل اور نیک کام جانتے تھے۔[2]

بعثت رسول اکرم ﷺ کے وقت دنیا میں قابل ذکر اقوام کی اخلاقی حالت کا بیان ختم ہوتا ہے۔ یہ بات نہایت اہم اس لئے بھی ہے کیونکہ کسی بھی تحریک اور اس کے برپا کرنے والی ہستی کے اصلاحی کام کی صحیح نوعیت کبھی سامنے نہیں آسکتی جب تک وہ حالات ہماری نظر میں نہ ہوں جن میں وہ مصلح اور اس کی تحریک کام کرتی تھی کہ کن حالات سے اسے سابقہ تھا۔ حالات کتنے برے تھے اور ان کی اصلاح کس حد تک اور کس وقت میں کی گئی۔ جس قدر برے حالات میں کوئی تحریک برپا ہوتی ہے اور اصلاح کرتی ہے اتنا ہی بڑا مقام اس تحریک کو حاصل ہوتا ہے۔ اوپر دی گئی تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مجوسی، ہندومت اور عربوں کے پاس تو کوئی اخلاقی پس منظر تھا ہی نہیں، محض آباواجداد اور مذہبی ٹھیکیداروں کی آلائشیں تھیں۔ جب کہ دوسری طرف عیسائی اور یہودی بے شک حاملان کتاب اللہ تھے لیکن انہوں نے تعلیمات خداوندی میں اس قدر تحریف کر رکھی تھی کہ وہ تعلیمات خداوندی نہیں بلکہ ان کے مذہبی پیشواؤں کی گمراہ کن تعلیمات تھیں۔

ایسے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے 23 سالہ دور نبوت میں عربوں کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو اخلاقیات کا معراج تھا۔[3]

سماجی زندگی اور قرآنی تعلیمات

انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کے مقاصد میں اگر غور اور فکر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے بعثت کا مقصد اخلاق و معاملات کی خرابیوں کو دور کرنا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ اور تول میں کمی کرنے کی عادی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی اس برائی کو دور کرنے کے لیے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا:

"يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ وَلاَ تَنقُصُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ"[4]

یعنی اللہ اکیلے کی عبادت کرو جس کا کوئی مثل نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بے حیائی اور بد فعلی میں مبتلا تھی اور ان کو اس عمل بد سے نکالنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ قرآن مجید نے حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کو خطاب ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

"أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِنْ أَزْوَاجِكُم بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ"[5]

ترجمہ: کیا تم جہان والوں کے مردوں برائی کرتے ہو اور اللہ تعالی نے تمہارے لیے جو عورتیں پیدا فرمائی ہیں ان کو چھوڑتے ہو بلکہ تم تو حد سے تجاوز کرنے والے افراد میں ہو۔

امت محمدیہ کے علاوہ دیگر امتوں میں طے کردہ عبادات اور عقیدہ کو دین کہا گیا ہے لیکن امت محمدیہ کے لیے دین صرف ان پہلوں کو نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلو مثلا معاملات، عبادات، معاشرت، اخلاق، آداب، عقائد وغیرہ سب کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہم کو ان مذکورہ امور کے متعلق بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ ان میں سے سورۃ الحجرات، سورت لقمان، سورت بنی اسرائیل سورت نساء، سورۃ طلاق میں متعدد اخلاقی اور اجتماعی آداب اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔

مولانا محمد رابع ندوی "اصلاح معاشرہ" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"اجتماعی زندگی اور انفرادی اخلاق اور اہل تعلق کے حقوق اور انسانی خصوصیات کا بہتر طریقہ اختیار کرنے سے جو معاشرہ وجود میں آتا ہے وہ بلند کردار انسانی معاشرہ بنتا ہے۔ جس میں سب کو راحت حاصل ہوتی ہے اور ہمدردی اور آپس کا تعاون اور اخلاقی برتاؤ اور خیر پسندی کی صفات عمل میں آتی ہیں۔"[6]

ہمارے معاشرے میں بھی یہ دو برائیاں یعنی ایک مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اور دوسری بے حیائی بڑی حد تک پائی جاتی ہیں۔ یہ دو بیماریاں دوسری ہزاروں برائیوں سود، جھوٹ، رشوت، وعدہ خلافی، بدعہدی، حلق تلفی، قتل وغارت گری وغیرہ کا سبب ہیں۔ قرآن مجید نے ان دونوں برائیوں کو پرزورانداز سے منع فرمایاہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ "[7]

ترجمہ: جو لوگ ایمان والوں میں بدکاری کا پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس طرح اسلام مال کی محبت سے روکتا ہے اور اس میں غلو کرنےاور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص کی مذمت فرماتا ہے ،البتہ ضرورت کے بقدر مال حاصل کرکے اس کے حقوق ادا کرنا اس سے مستثنی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"والَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ"[8]

ترجمہ: جولوگ سونااور چاندی کاذخیرہ کرکے رکھتے ہیں اوراللہ کے راستے میں نہیں خرچ کرتے توان کودردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

سماجی زندگی کی اصلاح میں آپ ﷺ کی تعلیمات

اسلامی تعلیمات معاشرے کے ہر ایک فرد کو اپنے حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حکم دیتی ہیں،آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته الإمام راع ومسئول عن رعيته والرجل راع في أهله وهو مسئول عن رعيته والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها والخادم راع في مال سيده ومسئول عن رعيته قال وحسبت أن قد قال والرجل راع في مال أبيه ومسئول عن رعيته وكلكم راع ومسئول عن رعيته"[9]

مطلب کہ ہرایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیاجائے گاامام سے رعیت کے بارے میں،آدمی سے بیوی بچوں کے بارے میں، عورت سے گھر کے بارے میں،خادم سے آقاکے مال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

اصلاح معاشرہ کے بارے مولاناشمشادندوی فرماتےہیں: "معاشرے میں جب ہرفرد،خاندان اپنی ذمہ داری احسن طریقہ سے پوری کریگا تو اس عمل سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئیگا، اس پاکیزہ معاشرہ میں نیکیوں کی رغبت، حوصلہ افزائی اور برائیوں،گناہوں سے نفرت وحوصلہ شکنی کا ماحول پایا جائے گا،پھر اچھی باتوں کی تلقین وترغیب اور بری باتوں سے نفرت اور دوری اس مثالی معاشرے کی پہچان بن جاتی ہے۔[10]

مولانا معین الدین ندوی فرماتے ہیں، "مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کے مسائل جن کو عائلی قوانین یا مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے، قرآن و حدیث میں دوسرے بہت سے احکامات کی طرح اس کو بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسے نکاح وطلاق کے متعلق احکام قرآن پاک کی پانچ سورتوں" بقرہ،نساء،نور،احزاب اور طلاق" وغیرہ کی متعدد آیات میں بیان کئے گئے ہیں،اور وہ احادیثِ صحیحہ جن میں مذکورہ احکام بتائے گئے ہیں ان کا شمار مشکل سے ہی ہو، یہی حال وراثت کی تقسیم کا ہے،افسوس کہ خود مسلمانوں ایک بڑاطبقہ ان مسائل سے ناواقف ہے۔"[11]

سماجی زندگی میں ایک کارگراصول

اچھائی کا حکم دینااور برائی سے روکنااہل ایمان کا شیوہ ہے لیکن بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے کہ کس وقت یہ تبلیغ کرناضروری ہےاور کس وقت اس تبلیغ کرنے سے اصلاح کے بجائے فساد پیداہوتاہے۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو برائی میں مبتلا دیکھے اور امید ہوکہ مخاطب بات کو مان لے گا اس وقت بات کہنا فرض ہے اور اگراس کو اندیشہ ہو کہ مخاطب بات نہیں مانے گا

بلکہ کہ وہ دین اور دین داروں کی مذاق اڑائیگا اس وقت امر بالمعروف فرض نہیں رہے گا۔مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"جب بھی دوسرے سے دین کی بات کہنی ہو تو صحیح طریقے سے بات کہو، پیار، محبت اور خیر خواہی سے بات کہو تاکہ اس کی دل شکنی کم سے کم ہو اور اس انداز سے کہو کہ اس کی سبکی نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی نہ ہو۔شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جملہ فرمایا کرتے تھے جو میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار ہم نے سنا وہ یہ کہ حق بات حق طریقے اور حق نیت کے ساتھ جب بھی کہی جائے گی وہ کبھی نقصان دہ نہ ہوگی لہذا جب بھی تم دیکھو کہ بات کہنے کے نتیجے میں کہیں لڑائی جھگڑا ہو گیا یا نقصان ہو گیا یا فساد ہو گیا تو سمجھ لو کہ ان تین باتوں میں سے ضرور کوئی بات نہیں تھی، یا تو بات حق نہیں تھی اور خواہ مخواہ اس کو حق سمجھ لیا تھا یا بات تو حق تھی لیکن نیت درست نہیں تھی یا بات بھی حق تھی نیت بھی درست تھی لیکن طریقہ حق نہیں تھا۔"[12]

قرآن مجید میں دعوت کا عظیم اسلوب اور طریقہ کار بتایا گیا ہے ،چنانچہ ارشاد ہے:

"ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"[13]

یعنی حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ ان کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ اور ان کو اچھے طریقے پر الزام دو

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

آیت مذکورہ کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"ادع الی سبیل ربّ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، اس کے تین طریقے بتائے، حکمت، موعظتِ حسنہ، جدال بالتی ہی احسن۔حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اٹل مضبوط دلائل وبراہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں، جن کو سن کر فہم وادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی ودماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہ کر سکیں۔موعظتِ حسنہ موثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہوئی ہو۔اخلاص، ہمدردی اور شفقت وحسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں۔ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے، اس لیے "وجادلھم بالتی ھی احسن" فرمادیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسائی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو، اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔"[14]

آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی اس طریقہ پر اپنی پوری زندگی عمل کیا اور امت کے لیے اپنے قول اور فعل سے اس کی وضاحت فرمائی۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی آدمی مسجد میں پیشاب کرنے لگے تو لوگ اس کی طرف دوڑے، آپ ﷺ نے انلوگوں

کو روکا اور ارشاد فرمایا "اِنما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین"[15] یعنی تم آسانیاں پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو تنگی کرنے کے لیے نہیں۔یعنی جو کام اس کو کرنا تھا وہ کر گذرا،اس لیے اس کو چھوڑ دو۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو نہایت شفقت سے سمجھایا۔

اصلاح کی ابتدا کہاں سے ہو

آج ہماری ایک کوتاہی یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے، جس کے لیے دوسروں کو ٹوکنے اور کوسنے کو ہی "اصلاحِ عظیم " سمجھا جاتا ہے مگر اپنی ذات اور اپنے اخلاق سے غفلت ہوتی ہے۔ ہر ایک تحریر، تقریر اور نصیحت دوسروں کے لیے ہوتی ہے۔ ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ اصلاح کی ابتدا دوسرے کے گھر سے شروع ہو، رسم ورواج کے خلاف کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو، حالانکہ اسلام اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم یہ ہے کہ اصلاح کی ابتدا اپنی ذات اور اپنے گھر سے ہو۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"یاایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا"[16]

ترجمہ:اے ایمان والو خود کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

سورہ طہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا"[17]

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو۔

حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم آیا:

"وَاَنْذِرِ عَشِيرَتَكَ الاَقْرَبِينَ"[18]

ترجمہ: اور ڈر سنادے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"خاندان کے لوگوں کی تخصیص کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں تبلیغ ودعوت کو آسان اور موثر بنانے کا ایک خاص طریقہ بتلایا ہے،جس کے آثار دور رس ہیں قریبی رشتہ دار جب کسی اچھی تحریک کے حامی بن جائیں تو ان کی اخوت وامداد پختہ بنیاد پر قائم ہوتی ہےاور خاندانی جمعیت کے اعتبار سے بھی ان کی تائید پر مجبور ہوتے ہیں اور جب قریبی رشتہ داروں، عزیزوں کا ایک ماحول حق وصداقت کی بنیادوں پر تیار ہوگیا تو روزمرہ کی زندگی میں ہر ایک کو دین کےاحکام پر عمل کرنے میں بہت سہولت ہوجاتی ہے اور پھر ایک مختصر سی طاقت تیار ہوکر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کرنے میں مدد دیتی ہے۔"[19]

ایک درست اسلامی معاشرہ کی ابتدا اور بنیاد کہاں سے شروع ہوتی ہے،اور اس معاشرے کی کیا کیا خصوصیات ہیں اس کے بارے میں مولانا شمشاد ندوی صاحب فرماتے ہیں:

"جب عمدہ صفات،اخلاق وکردار،فکر وعقیدہ میں پاکیزگی اور درستگی آجائے اور بندہ کو عبادت اور ذکر سے لگاؤ وشغف پیدا ہو جائے تو اس کو "صالح

فرد" کہاجائے گااور ایسے صالح افراد سے متوازن و صالح خاندان وجود میں آتاہے اور اس خاندان میں اسلامی تہذیب و تمدن، بڑوں کاادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، اولاد اور خدام پر شفقت اور محبت اور ان کی صحیح تربیت سامنے آتی ہے۔"[20]

اسلام میں خاندان کی ابتدا آسانی سے

فضول خرچی کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہو جاتاہے اور معاشی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ مال جو سماجی، رفاہی اور فلاحی کاموں میں استعمال ہوناہوتاہے وہ رشوت، شادی برات اور جہیز وغیرہ کے نذر ہو جاتاہے۔ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے:

"إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة"[21]

ترجمہ: سب سے بڑا نکاح برکت والا وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی ؒ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں میں اسراف کی جو وبا آئی ہوئی ہے، شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف و تبذیر جاری ہے، غیر اسلامی رسومات کی پابندی کی جارہی ہے وہ کسی بھی قوم وملت کے لیے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ جس قوم کے لاکھوں لوگ جو کی روٹی کے محتاج ہوں اور ستر پوشی کے لباس سے عاری ہوں، اہل ثروت اللہ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کر رہے ہوں، ایسی صورت میں اس قوم کا مستقبل کا کیا ہو گا؟"[22]

نتائج

1۔ اسلام کے یہ آفاقی اصول اور اخلاق ہی مسلمانوں کی زبوں حالی کا خصوصاً اور دنیا کی اخلاقی حالت کا عموماً واحد علاج ہیں اور اس حقیقت کا معترف تاریخ انسانی کا ہر طالب علم ہے۔ اسلام ان الہامی اور آفاقی اصول وضوابط اخلاق پر جو بھی عمل کرے گا، ان کے فوائد و برکات سے ضرور بھرہ مند ہو گا۔ اگر مغربی معاشرہ ان اصولوں پر عمل کرکے حیرت انگیز فوائد سے بہرہ مند ہو سکتا ہے تو ہم مسلمان ایک مکمل نظام کے تحت ان اخلاقی ضوابط کو اسلام کی سیاسی تعلیمات پر عمل کرکے بہت بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان انسان اور سماج کو ظلم اور ہر قسم کے نقصان سے بے خوف کر دیتا ہے۔

3۔ آج مسلمانوں نے اپنے دین اور پیارے رسول ﷺ کی سنتوں کو ترک کرکے غیروں کے طریقوں پر اپنی زندگی کو ضائع کرنا شروع کر دیا ہے، جس کے باعث اسلامی معاشرے میں جو محبت، اخوت، ہمدردی اور ایثار کے پہلو جابجا دیکھنے میں آتے وہ ناپید ہو گئے ہیں۔ ان اخلاق حسنہ کے بجائے ہمارا معاشرہ رذائل اسراف، فضول خرچی، جوا، سود، جھوٹ، منگنی، تلک، جہیز، تاخیرِ نکاح، بیوہ کی شادی کو معیوب جاننا، لڑکی کو میراث سے حصہ نہ دینا وغیرہ عیوب کا شکار ہونے کے باعث ہمارا معاشرہ اسلام کی حقیقی برکات سے محروی کا شکار ہے۔

حوالہ جات

[1] صدیقی، عرفان حسن،اسلام کی اخلاقی تعلیمات،اشاعت اول مئی1994ء،لاہور ناشر اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ) لمیٹڈ،ص-80

[2] ایضا،ص86

[3] ایضا،ص 91

[4] سورۃ ھود(11)،آیت: 8

[5] سورہ الشعراء(26)،آیت165،166

[6] ندوی بلال عبدالحی حسینی: اصلاح معاشرہ سورہ حجرات کی روشنی میں،رائے بریلی سعید احمد شہید اکیڈمی دار عرفات، طبع اول1430ھ،ص9

[7] سورہ نور(24)،آیت:20

[8] سورہ التوبہ(9) ،آیت:34

[9] البخاري محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري،بیروت دار طوق النجاة، طبع اول1422ھ،ج2،ص5

[10] ندوی، محمد شمشاد: اصلاح معاشرہ اور اسلام، محولہ،ص23

[11] مدنی، معین الدین اکرمی ندوی: اسلامی قانونِ معاشرت، بھٹکل کرناٹک مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین،1425ھ،ص16

[12] ملتانی، محمد اسحاق: معاشرتی حقوق وفرائض ازافادات شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی،ملتان ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، محرم الحرام1426ھ،،ص 290

[13] سورہ النحل(16) آیت: 125

[14] عثمانی،شبیر احمد: تفسیر عثمانی، کراچی دارالاشاعت،ص844،845

[15] ترمذی،محمد بن عیسیٰ: الجامع الصحیح سنن الترمذی،بیروت دار ابن کثیر،1409ھ،ص64

[16] سورہ التحریم(66)،آیت:6

[17] سورہ طہ(20)،آیت132

[18] سورہ الشعراء(26) ،آیت:224

[19] عثمانی، محمد شفیع مفتی: معارف القرآن، کراچی مکتبہ معارف القرآن،ج6،ص160

[20] ندوی، محمد شمشاد بن محمد یونس، مذکورہ بالا ماخذ ص22

[21] التبریزي، محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکاۃ المصابیح، بیروت المکتب الِاسلامی، طبع ثالث،1405ھ،ج2،ص202،

[22] ندوی، محمد شمشاد مولانا: اصلاح معاشرہ اور اسلام، محولہ،ص34